ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3
2024

اُردو لسانیات کا آغاز و ارتقا اور روایت

URDU LINGUISTICS …BEGINNING, EVOLUTION AND TRADITION

Suhail Akram
Ph.D Scholar ,Department of Urdu, Govt. College University , Faisalabad.
Dr. Rabia Sarfraz
Associate professor, Department of Urdu, Govt. College University , Faisalabad.
Dr. Rubina Yasmin
Assistant Professor, Department of Urdu, Sarhad University, of Science and Information Technology, Peshawar

Abstract:

This article is about Urdu linguistics…beginning , evolution and tradition. Urdu belongs to the Indo-Aryan family. It is said that Indo-Aryan languages have entered India since 1500 BC. Prakrit from Sanskrit,Ap Bharnish from Prakrit and Urdu from Ap Bharnish started.If we look at this aspect of history, we will be able to determine the structure of Urdu and its capital words. If we want to see the very early form of Urdu ,then the language can be seen from 1000 to 1193 AD.The views of important linguists are being presented below, which will be important for the readers' use of tradition of Urdu language and the breadth and depth of linguistics. Ziauldin Khusro's Khaliq Bari is the first available work in the tradition of Urdu linguistics. This book is very important in terms of lexical and phonetic, if it is said that in this book people have been enlightened with synonyms, phonetics and spelling mistakes, then it will not be out of place.The article concludes that as a whole ,all these linguists have done very important research and critical work regarding the development of Urdu.

Key Words: Urdu linguistics, Indo-Aryan languages, Bharnish, Ziauldin Khusro's Khaliq Bari, significantly increase

اردو کا تعلق ہند آریائی خاندان سے ہے۔ آریوں کے داخلہ ہند (۱۵۰۰ قبل مسیح) سے ہند آریائی زبانوں کا آغاز ہوتا ہے۔ آریائی خاندانوں کی ہندوستان آمد کے وقت سب سے پہلے "ویدک" سنسکرت کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔ ویدک سنسکرت کے قدیم ترین نمونے "رگ وید" میں ملتے ہیں۔ اسی زبان کی نوک پلک کو سنوارا گیا تو یہ کلاسیکی سنسکرت کے نام سے موسوم ہوئی۔ "اشٹادھائی" میں پانِنی نے اسے قواعد کا لبادہ پہنایا تو یہ زبان مزید منضبط ہو گئی۔ جب یہ زبان ایک نئے اسلوب و طریقے کار سے رائج ہوئی تو لوگوں کا رجحان نئی زبان کی طرف بہت زیادہ تھا۔ آہستہ آہستہ یہ زبان متروک ہونا شروع ہوئی۔ تقریباً ۴۰۰ قبل مسیح تک پہنچتے پہنچتے مذکورہ زبان کو زوال کا سامنا کرنا پڑا۔ اوپر ذکر کی گئی کلاسیکی سنسکرت کے متروک ہونے پر لوگ ایک ایسی زبان کی طرف راغب ہوئے جو قواعد و گرامر کے اعتبار سے آسان اور عام فہم تھی۔ اس آسان اور عام فہم زبان کو زبان دان طبقہ "پراکرت" کے نام سے پکارنے لگا۔ پراکرتوں کی پیدائش کا زمانہ وہی ہے جو کلاسیکی سنسکرت کی موت کا زمانہ ہے (۴۰۰ قبل مسیح)۔ جس طرح کلاسیکی سنسکرت کی کوکھ سے پراکرت نے جنم لیا، بعینہ پراکرتوں نے "اپ بھرنش" کو اپنے زیر سایہ پروان چڑھایا۔ یہ اپ بھرنش زبانیں لگ بھگ ۴۰۰ سال تک طفولیت سے جواں عمری کی طرف گامزن رہیں۔ "پالی" اور "اشوک" کے کتبوں کی زبان پراکرت ہی تھی۔

یہ بات غور طلب ہے کہ جب بھی کوئی زبان ادبی رنگ میں رنگی جاتی ہے، تو عام لوگ آسان زبان کی طرف گامزن ہوتے یا عام زبان ڈھونڈتے ہیں۔ سنسکرت نے جب ادبی رنگ اپنایا تو لوگ پراکرت (اس زمانے کی آسان بولی) کی طرف رجوع کرنے لگے۔ اسی طرح جب پراکرتوں پر بھی ادبیت غالب آئی تو عوام الناس ایک بار پھر سادہ و عام فہم زبان کی تلاش میں نکلے۔ پراکرتوں کی بگڑی ہوئی شکل یا عام فہم زبان "اپ بھرنش" کے نام سے موسوم ہوئی۔ "اب بھرنش" ۴۰۰ء تا ۱۰۰۰ء تک ارتقا میں رہی۔ جب

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3
2024

۱۰۰۰ء کے قریب اس کے ارتقا میں رکاوٹ آئی تو مختلف زبانیں ابھرنا شروع ہوئیں۔ان مختلف زبانوں کے بھار کے ساتھ ہی "اردو" کا ابھار بھی ہوا، لیکن اردو باقاعدہ طور پر ۱۱۹۳ء کے بعد حقیقی طور پر سامنے آئی۔

درج بالا بحث سے ثابت ہوا کہ سنسکرت سے پراکرت، پراکرت سے اپ بھرنش اور اب بھرنش سے اردو کا آغاز ہوا۔اگر اردو کا بالکل ابتدائی روپ دیکھنا مقصود ہو تو ۱۰۰۰ء تا ۱۱۹۳ء کی زبان کو دیکھا جاسکتا ہے۔جب ہم اس تاریخی پہلو کو دیکھیں گے تو ہم اردو کی ساخت، شناخت اور سرمایہ الفاظ کا تعین کر سکیں گے۔زبان کی ساخت، شناخت اور سرمایہ الفاظ کی اہمیت کے متعلق مرزا خلیل احمد بیگ کا کہنا ہے:

"کسی قدیم زبان کی ساخت، شناخت اور اس کے صرفی و نحوی اصولوں کے تعین کے لیے اس زبان کے لسانی سرمایے کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ لسانی سرمایے کی مدد سے اس زبان میں واقع ہونے والی تاریخی تبدیلیوں کا بھی پتا لگایا جاسکتا ہے"(i)

یہ ایک تاریخی پہلو تھا کہ اردو کیسے وجود میں آئی، جبکہ اردو کی ابتدا کے بارے میں لسانیات نگاروں کی مختلف آرا ہیں۔میں نے اپنے تئیں لسانیات کی اکثر و بیشتر اصطلاحات کو آسان الفاظ میں قارئین کے لیے پیش کیا ہے نیز زبان کی ہیت تشکیل اور تقدیر میں لسانیاتی ماہرین کی آرا کا احاطہ کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

میرا مقصد اردو کی ابتدا نہیں بلکہ اردو لسانیات کی روایت ہے۔ذیل میں اہم لسانیات نگاروں کی کتب کے حوالے سے اُن کے نظریات پیش کیے جارہے ہیں، جس سے اردو زبان کی روایت اور لسانیات کی وسعت و گہرائی قارئین کے استفادے کے لیے اہم ہوں گی۔اردو لسانیات کی روایت میں سب سے پہلی دستیاب شدہ تصنیف ضیاالدین خسرو کی "خالق باری" ہے۔

ضیاالدین خسرو

"خالق باری" کے متعلق پہلے پہل یہ رائے تھی کہ یہ تصنیف مشہور ریختہ گو امیر خسرو کی تصنیف ہے جبکہ جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مذکورہ کتاب امیر خسرو کی نہیں، بلکہ ضیاالدین خسرو کی تخلیق ہے "خالق باری" منظوم فارسی لغت ہے جس کا مقصد مبتدیوں کو فارسی سکھانا تھا۔اس میں فارسی کے الفاظ و معنی ہی نہیں بلکہ فارسی الفاظ کا تلفظ اور اس کے اردو مترادفات بھی بہ کثرت موجود ہیں۔لغوی و صوتی حوالے سے اس کتاب کی بہت اہمیت ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ اس کتاب نے لوگوں کو مترادفات صوتیات اور املائی اغلاط سے روشناس کروایا تو بے جانہ ہوگا۔"خالق باری" کا آغاز درج ذیل اشعار سے ہوتا ہے:

خالق	باری	سر	جن	ہار
واحد	ایک		بڑا	کرتار
اسم	اللہ	خدا	کا	نانو
گرما	دھوپ	سایہ	چھا(نو)	(ii)

"خالق باری" ۱۶۲۱ء کی تصنیف ہے۔"خالق باری" کو مرتب کرنے کا سہرہ حافظ محمود شیرانی کے سر ہے۔یاد رہے کہ حافظ محمود شیرانی نے ہی یہ تصحیح بھی کی تھی کہ "خالق باری" ضیاالدین خسرو کی تصنیف ہے نہ کہ امیر خسرو کی۔

حکیم یوسفی

حکیم یوسفی کا ذکر بھی لسانیاتی روایت میں اہمیت کا حامل ہے۔انھوں نے بھی ضیاالدین خسرو کی طرز پر "قصیدہ در لغات ہندی" منظوم شکل میں تخلیق کیا۔یہ قصیدہ بھی فارسی میں ہے لیکن اس میں فارسی کے اردو مترادفات بھی دیئے گئے ہیں۔حکیم یوسفی ہرات سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔انھوں نے یہ قصیدہ ۱۵۴۳ء کے قریبی زمانے میں تخلیق کیا۔"قصیدہ در لغات ہندی" کا نمونہ درج ذیل ہے:

آنکہ چشم و ناک بینی بون ابرو ہو تہ لب
دند دنداں کا رہ گردن گوتہ زانو مونڈ سر
کھال پوست و پڑ مغز و استخواں گویندہاڑ
انگلی انگشت باشد انگوتہ انگشت نر
ہست پیشانی متہ و سینہ چھاتی دست ہتہ
موہ روی وچل رواں شو بیٹھ بنیش دیکھ نگر
چاول و چنبہ برنج و ارزن اندہ تخم مرغ
تل بود کنجد جواری زرت اے فر خندہ فر
ریشم است ابر یشم و کا لا اجلا سپید
سرمہ کا جل مرچ فلفل سعد موتہ عودا گر(iii)

حکیم یوسفی کی ایک اور کتاب جو بنیادی طور پر ادویات پر ہے "ریاض الادویہ" یہ کتاب اس لیے لسانیات کی روایت کا حصہ بن سکتی ہے، کیونکہ اس میں حکیم یوسفی نے حیوانات اور دواؤں کے اردو مترادفات کا ذکر کیا ہے۔

عبدالواسع ہانسوی

لسانیات کی روایت میں حکیم یوسفی کے بعد جو نام سامنے آتا ہے، وہ عبدالواسع ہانسوی کا ہے۔ عبدالواسع ہانسوی نے "غرائب اللغات" کے نام سے ایک لغت یادگار چھوڑی ہے۔ "غرائب اللغات" کی اہمیت اس وجہ سے کم ہوگئی کیوں کہ اس کا تصحیح شدہ ایڈیشن سراج الدین علی خاں آرزو نے پیش کر دیا تھا۔

سراج الدین علی خان آرزو

لسانیاتی اعتبار سے سراج الدین علی خاں آرزو کا دور اہمیت کا حامل ہے۔ اس دور سے لسانیات کی اہم پیش رفت ہوتی ہے۔ خان آرزو نے چالیس ہزار الفاظ پر مشتمل قدیم فارسی الفاظ کا لغت "سراج اللغات" کے نام سے ترتیب دیا۔ اس کے بعد شعرائے متاخرین کے پانچ ہزار کے قریب الفاظ و تراکیب جو خان آرزو کے زمانے سے پہلے نہیں ملتے ان کو "چراغ ہدایت" کے نام سے مرتب کیا۔ آرزو کا کہنا ہے کہ اِس میں دو قسم کی الفاظ ہیں۔ اول وہ الفاظ ہیں جن کے معنی مشکل ہیں اور اہل ہند کی سمجھ سے باہر ہیں دوسرے نمبر پر ایسے الفاظ ہیں جن کے معنی تو آسان ہیں لیکن اُن کی سند کے بارے میں قطعی رائے نہ ہونے کے برابر ہے۔ یاد رہے کہ یہ نسخہ اہل ہند کے لیے تھا نہ کہ ایران کے باشندگان کے لیے۔

اس کے علاوہ خان آرزو نے، جیسا کے اوپر ذکر ہو چکا ہے، عبدالواسع ہانسوی کی لغت کو ترمیم و اضافہ اور تصحیح کے بعد "نوادر الالفاظ" کے نام سے مرتب کیا۔ "نوادر الالفاظ" میں خان آرزو نے اردو کے پانچ ہزار الفاظ کو فارسی زبان میں تشریح کیا ہے۔ آرزو کا ایک اور کارنامہ جو لسانیاتی ضمن میں آتا ہے وہ اصولوں پر مبنی کتاب ہے جس میں لغت نویسی کے اصول بیان کیے گئے ہیں، اور "علم لغت" نام رکھا گیا ہے "علم لغت" کے بارے میں ڈاکٹر جمیل حالبی کا کہنا ہے:

> "یہ ۱۴۱ اصولوں پر مشتمل ہے جن میں فصیح وردی، مفرد و شاذ، آشنا و غریب، ابدال، امالہ، توافق الفاظ تعریف الفاظ فارسیہ، مشترک و مترادف اور توابع کے اصولوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔" (iv)

علم بیان اور علم معانی پر سراج الدین کی دو الگ الگ کتب ہیں "عطیہ کبریٰ" علم بیان پر جبکہ، "موہبت عظمیٰ" علم معانی پر مشتمل ہے۔ اِس بحث کو پڑھنے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ سراج الدین آرزو نے اپنے تئیں علم لسانیات کے متعلق کام شروع کر دیا تھا جس پر عظیم عمارت آنے والے دور میں بنی۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3
2024

انشااللہ خاں انشا

انشااللہ خاں انشا نے نواب سعادت علی خاں کی فرمائش پر قواعد پر مبنی کتاب "دریائے لطافت" کے نام سے لکھی۔ مذکورہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی ہے، لیکن اس کا موضوع اردو قواعد ہیں۔ انشا نے یہ کتاب مرزا محمد حسن قتیل کی شراکت سے مکمل کی۔ کتاب کے کل صفحات ۴۷۵ ہیں۔ جن میں سے ۳۰۹ انشا نے جب کہ ۱۶۶ محمد حسن قتیل نے لکھے ہیں۔ مذکورہ بالا کتاب کو مولوی عبدالحق نے ۱۹۱۴ء میں انجمن ترقی اردو اورنگ آباد سے شائع کروایا۔ یہ کتاب ایک صدف اور سات جزیروں پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر" جمیل جالبی "دریائے لطافت" کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> "دریائے لطافت کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں پہلی بار اردو زبان کے مزاج کو سامنے رکھ کر اس کے قواعد و اصول بیان کیے گئے ہیں۔ یہاں انشا کے سامنے وہ زبان ہے جو ان کے چاروں اطراف بولی جارہی ہے۔ اسے پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ فی الواقع اردو ایک الگ زبان ہے جو عربی فارسی ترکی وغیرہ کے اثرات کے باوجود اپنی الگ شخصیت اور اپنا الگ مزاج رکھتی ہے۔"(v)

انشا نے اس کتاب میں جمع بنانے کے قاعدے اور تذکیر و تانیث پر بحث کی ہے کہ واحد سے جمع کیسے بنے گی۔ "دریائے لطافت" میں الفاظ کے اوزان پر بھی سیر حاصل بحث ملتی ہے۔ انشا بتاتے ہیں کہ کیسے ساکن حروف کو متحرک اور متحرک کو ساکن کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن ان کا کہنا ہے کہ جو لفظ اب ساکن سے متحرک یا متحرک سے ساکن رائج ہو گئے ہیں اور جنھیں اہل زبان جس طرح استعمال کرتے ہیں وہ اسی طرح استعمال ہوں گے۔ جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ انشا نے کہا جو لفظ اردو کا حصہ بن گئے وہ اب اردو کے قواعد کے مطابق ہی استعمال ہوں گے۔ اس ضمن میں جمیل جالبی رقم طراز ہیں:

> "جاننا چاہیے کہ جو لفظ اردو میں آیا وہ اردو ہو گیا خواہ وہ عربی ہو یا فارسی، ترکی ہو یا سریانی، پنجابی ہو یا پوربی، اصلی کی رو سے غلط ہو یا صحیح۔ وہ لفظ اردو کا لفظ ہے۔ اگر اصل کے مطابق مستعمل ہے تو بھی صحیح اور اگر اصل کے خلاف ہے تو بھی صحیح۔ اس کی صحت اور غلطی اس کے اردو میں رواج پکڑنے پر منحصر ہے کیونکہ جو چیز اردو کے خلاف ہے وہ غلط ہے گو اصل میں صحیح ہو اور جو اردو کے موافق ہے وہی صحیح ہے خواہ اصل میں صحیح نہ بھی ہو۔"(vi)

انشا نے صوتیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اردو کی اصوات پر بھی بحث کی ہے۔ کسرہ اضافت پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے، اور بتایا ہے کہ اضافت میں ایک ہندی اور ایک غیر ہندی لفظ کی اضافت جائز نہیں۔ اگر فارسی عبارت لکھی جارہی ہے تو یہ اضافت دی جاسکتی ہے۔ انشا نے صوتیات اور اضافت کہ جو اصول وضع کیے ہیں، ہم کہہ سکتے ہیں کہ زبان اردو نے اپنے اصول وضع کرنا شروع کر دیئے تھے اور آخر کار انھیں اصولوں پر چلنا سیکھا زبان ہمیشہ قواعد و گرامر کی مرہون منت ہوتی ہے، کسی دوسری زبان کے اثرات قبول کرنے سے زبان اُس زبان کی بیٹی بہن نہیں بن جاتی۔ اِس لیے اردو کو عربی، ترکی سے ملا کر اِس کی ترقی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔

انشا کا کہنا ہے کہ اردو چونکہ کئی زبانوں کا عطر ہے اس لیے اس کے حروفِ تہجی کی تعداد ۸۵ ہے، ۲۵ حروف عربی کے ۴ فارسی کے (پ، چ، ژ، گ) اور ۳ ہندی کے (ٹ، ڈ، ڑ) اور اس کے ساتھ ساتھ ہائے مخلوط (ھ) کے ملنے سے جو بنتے ہیں ان کی کل تعداد کو وہ ۸۵ تک لے جاتے ہیں۔

فاضل مصنف نے لسانیات کی علاقائی اور طبقاتی تقسیم پر بھی بحث کی ہے کہ کس علاقے میں زبان کا کیسا مزاج ہے۔ مذکورہ کتاب میں علم منطق، علم بیان و بدیع والا حصہ مرزا محمد حسن قتیل کے قلم کا مرہون منت ہے۔ اس طرح مرزا محمد حسن قتیل کو بھی لسانیاتی روایت میں اہمیت کا حامل سمجھنا چاہیے۔ انشا کو اردو لسانیات کی روایت میں وہی مقام حاصل ہے جو ولی دکنی کو اردو غزل کی روایت میں حاصل ہے۔ انشا اور محمد حسن قتیل کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اِن دونوں نے اردو زبان کو عربی، فارسی کی گرفت سے آزاد کروانے کی سعی کی یہی وجہ ہے کہ "دریائے لطافت" کو لسانیاتی روایت میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ انشااللہ خاں انشا سے پہلے کی لسانیاتی روایت میں ہم دیکھتے ہیں کہ اِس قدر خوبی اور گہرائی سے قواعد و اصول نہ تو وضع کیے گئے اور نہ ہی اُن پر اِس طرح کی مفصل کوئی تصنیف ملتی ہے۔ لسانیات کی باقاعدہ روایت کا امیں اگر کوئی کہلا سکتا ہے تو وہ انشااللہ خاں انشا ہی ہے۔

محمد حسین آزاد:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3
2024

محمد حسین آزاد اردو ادب کے عناصر خمسہ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ آزاد نے بیشتر ادبی کتب یادگار چھوڑی ہیں۔ مقالہ ہذا چونکہ لسانیات پر ہے تو یہاں ہم آزاد کی صرف لسانیات سے متعلقہ کتاب کا ہی تذکرہ کریں گے۔ آزاد نے لسانیاتی نقطۂ نظر سے جو کام کیا ہے وہ ان کی کتاب "سخن دان فارس" میں ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں علم فلالوجی، زندہ مردہ زبان، سنسکرت اور فارسی کی فلالوجی، لفظ کیسے پیدا ہوتے ہیں اور افعال و حرکات پر بحث ملتی ہے۔ جبکہ دوسرے حصے میں زبان سے متعلق گیارہ لیکچر ہیں، جن میں، فارس قدیم کی تاریخ، ملک فارس کی پرانی زبان کی حالت، فارس کی زبان مروجہ میں دوسرا انقلاب اور آخر پر نظم فارس کے نام سے لیکچر موجود ہے۔ زبان کے جینے اور مرنے کے متعلق آزاد لکھتے ہیں:

"زبان اپنے کمال جوانی اور زور زندگانی پر شمار کی جاتی ہے۔ جبکہ اس کے ذخیرہ میں ہر علم، ہر فن کی تصنیفات ہوں اور ہر قسم کے حالات و مطالب کے ادا کرنے کے واسطے الفاظ و محاورات کے سامان حاضر ہوں اس کا مضائقہ نہیں کہ الفاظ مذکورہ خاص اسی کے ملک کی آفرینش ہوں خواہ غیر ملکوں سے آئے ہوں۔ زبان کا استقلال اور آئندہ کی زندگی چار ستونوں کے استقلال پر منحصر ہے۔ قوم کے ملکی استقلال پر منحصر ہے۔

سلطنت کا اقبال

اس کا مذہب

تعلیم و تہذیب

اگر یہ چاروں پاسبان پورے زوروں سے قائم ہوں تو زبان بھی زور پکڑتی جائے گی۔ مرنا اس کا یہی کہ خواص عوام کی زبانیں اس کے بولنے سے اور قلم اس کے لکھنے سے منہ پھیر لیں۔"(vii)

زبان کی زندگی اور موت اس کے بولنے والوں پر انحصار کرتی ہے اگر کسی زبان کے استعمال کرنے والے موجود ہوں تو اس زبان کو حیات جاوداں مل سکتی ہے، ورنہ پھر آزاد والی بات ہے کہ جب بولنے والے ہی نہ رہیں تو زبان بھی اپنی وقعت کھو دیتی ہے۔ بہر حال "سخن دان فارس" کا حصہ اول و دوم لسانیاتی نقطۂ نظر سے اہمیت کا حامل ہے۔ "سخن دان فارس" کے متعلق ڈاکٹر جمیل جالبی کہتے ہیں:

"اسے اردو زبان میں علم اللسان کی پہلی تصنیف کہا جا سکتا ہے۔"(viii)

اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے تو محمد حسین آزاد کا نام بھی لسانیاتی روایت کے زمرے میں آتا ہے۔ آزاد نے دیگر خوبیوں کے ساتھ لسانیاتی خدمت کا بیڑا بھی اُٹھایا۔ یہ لوگ تو اپنا کام کر گئے اب اِس کام کو سنبھالنا اور ترقی یافتہ حالت میں آنے والوں کے لیے چھوڑنا موجودہ دور کے ماہرین اور طلبا کا کام ہے۔

مولوی عبدالحق

مولوی عبدالحق تاریخ ادب میں بابائے اردو کے نام سے شہرت پانے والے عظیم ادیب گزرے ہیں۔ مولوی عبدالحق کا اوڑھنا بچھونا اردو ہی تھا۔ انھوں نے اردو ادب کی جس طرح اور جن نامساعد حالات میں خدمت کی ہے اس کی مثال نہیں۔ مولوی عبدالحق نے بیشتر کتب یادگار چھوڑی ہیں۔ لیکن موضوع کے مطابق ان کا لسانیاتی کام ہی یہاں قابل ذکر ہے۔ مولوی عبدالحق کی تصنیف "" قواعد اردو" اردو لسانیات کی روایت میں کلیدی حیثیت کی حامل ہے۔ مذکور کتاب میں علم بیان، علم بدیع اور علم عروض پر تفصیلی معلومات پہلی مرتبہ مولوی عبدالحق نے باہم پہنچائی ہیں۔ "قواعد اردو" چار فصلوں اور ۲۲۳ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اردو کی بناوٹ کے بارے میں مختلف لسانیاتی نظریات سامنے آئے ہیں ہر کسی نے ایک الگ نقطۂ نظر اپنایا ہے۔ مولوی عبدالحق مقدمے میں زبان اور اردو زبان کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اردو زبان دنیا کی جدید زبانوں میں سے ہے اور ابھی اس نے اپنے بل بوتے پر کھڑا ہونا سیکھا ہے۔ زبان نہ کسی کی ایجاد ہوتی ہے اور نہ کوئی اسے ایجاد کر سکتا ہے جس اصول پر بیج سے کونپل پھوٹتی، پتے نکلتے، شاخیں پھیلتی، پھل پھول لگتے ہیں اور ایک دن، وہی ننھا سا پودا ایک تناور درخت ہو جاتا ہے، اسی اصول کے مطابق زبان پیدا ہوتی، بڑھتی اور پھیلتی پھولتی ہے۔ اردو، اس زمانے کی یادگار ہے، جب مسلمان فاتح ہندوستان میں داخل ہوئے اور اہل ہند سے ان کا میل جول روز بروز بڑھتا گیا۔"(ix)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3
2024

مولوی عبدالحق کا نظریہ زبان کے بارے میں بڑا واضح ہے۔ وہ زبان کو ہندوستانیوں کے آپسی میل جول کا نتیجہ بتاتے ہیں۔اُن کا زبان کو آدھا تیتر، آدھا بٹیر کہنا اسی بات کا غماز ہے کہ زبان مختلف تہذیبوں کا عکس اپنے اندر سموئے ہوتی ہے۔ زبان کی بناوٹ کے بارے میں بھی ان کی رائے کسی حد تک قابل تحسین ہے کہ زبان خود بہ خود بنتی ہے۔ لیکن یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کوئی بھی شے خود بہ خود وجود میں نہیں آتی بنانے والے، کسی چیز کے وجود کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ زبان کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو لوگ کسی بھی دو، تین زبانوں کے جاننے والے یا تین مختلف لوگ تین مختلف زبانوں کے جاننے والے آپس میں گفت و شنید کرتے ہیں، تو اگر ان کی اس آپسی گفتگو سے چوتھی زبان بنتی ہے تو ان تینوں لوگوں کو کیا مقام دیا جائے؟ میرے خیال میں تینوں لاشعوری طور پر ایک نئی زبان کو جنم دیتے ہیں۔ "قواعد اردو" فصل اول میں "ہجا" سے آغاز ہوتا ہے۔ مصنف نے آغاز میں حروف پر خامہ فرسائی کی ہے اور بتاتے ہیں کہ ہندی حروف کونسے ہیں، عربی اور فارسی کون کون سے، اسی طرح چند وہ حروف بھی فاضل مصنف نے دیئے ہیں جو عربی، فارسی میں مشترک ہیں۔ انشااللہ خاں انشا نے حروف تہجی کے ۸۵ حروف بتائے تھے جبکہ، مولوی عبدالحق نے "قواعد اردو" میں ان حروف کی تعداد بشمول ہائے مخلوط ۵۰ بتائی ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ اِن حروف سے ہر قسم کی آواز برآمد ہو سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اردو کی حروفِ تہجی کو دیگر زبانوں سے اعلیٰ کہا جاسکتا ہے۔ اس کے باوجود کہ اردو کی حروفِ تہجی اہمیت کے لحاظ سے اعلیٰ ہے ہم دنیا کی کسی زبان کی حروفِ تہجی کو مکمل نہیں کہہ سکتے، وجہ یہ ہے کہ حروفِ تہجی میں کوئی نہ کوئی ایسی کمی ضرور رہ جاتی ہے جس کے باعث زبان بعض آوازیں خارج کرنے پر قادر نہیں ہوتی۔

مولوی عبدالحق نے اردو کے حروف علت کو دو حصوں میں بیان کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ (ا، و، ی) اور (زیر، زبر، پیش) دو الگ الگ حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مصنف نے گلکرسٹ کی مانند "ی" اور "و" کی حالتوں کو بھی بیان کیا ہے۔ "ی" اور "و" کی مختلف حالتوں کا حال "باغ و بہار" کے مقدمے سے ملتا ہے جو رشید حسن خاں کا مرتب کردہ نسخہ ہے۔ حروف کی حالتوں کے بارے میں مصنف کا کہنا ہے کہ حروف کی تین حالتیں ہیں آغاز پر درمیان میں اور آخر پر۔ چند ایسے حروف ہیں جو آغاز میں آتے ہیں اور مل کر نہیں پڑھے جاتے جیسے "ا، د، ذ، ر، ز، وغیرہ بعض ایسے حروف ہیں جو لفظ کے درمیان میں آتے ہیں، ان حروف کے آنے سے لفظ کے تسلسل میں خلا پیدا ہو جاتا ہے مثلاً کسی لفظ کے درمیان میں "و" آجائے تو لفظ ٹکڑوں میں بٹ جاتا ہے۔ فاضل مصنف نے فصل دوم میں "صرف" پر مفصل خیالات کا اظہار کیا ہے۔ "صرف" کے متعلق اُن کا کہنا ہے:

> "صرف میں الفاظ پر بحث ہوتی ہے۔ الفاظ گفتگو میں آتے ہیں اور اس کی نقل لکھنے میں کی جاتی ہے۔ لفظ جملے کا کم از کم جزو ہوتا ہے۔ ہر لفظ کے کچھ نہ کچھ معنے ہوتے ہیں۔ جس کے اصل اور صحیح معنے بول چال یا جملے میں آنے سے معلوم ہوتے ہیں"(x)

فصل دوم میں اسم، فعل، حرف کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اسم، فعل، حرف اور ان کی اقسام پر تفصیل سے مولوی عبدالحق نے معلومات یکجا کر دی ہیں۔ فصل سوم میں "مشتق اور مرکب" کو موضوعِ گفتگو بنایا ہے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ، جو لفظ کسی دوسرے سے بنے مشتق ہے، اس میں تھوڑا بہت تغیر و تبدل پایا جاتا ہے۔ اشتقاقی حوالے سے انھوں نے زیادہ تر ہندی الفاظ پر بحث کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ فارسی کے اکثر حروف ہندی کے مرہون منت ہیں۔ اسی فصل میں مرکب کے بارے میں بھی فاضل مصنف کی رائے پڑھنے کے قابل ہے۔ کہتے ہیں کہ مرکب دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو کسی دوسرے حرف و لفظ کے ساتھ مل کر بنے اور ایک خاص معنی پیدا کرے۔ دوسرے وہ مرکبات جو اسم کو ملا کر بنائے جائیں جو کہ اکثریت سے ہندی میں پائے جاتے ہیں۔ فصل چہارم میں "علم نحو" پر گفتگو کی گئی ہے۔ علم نحو کو بھی مولوی عبدالحق نے دو اقسام میں منقسم کیا ہے۔ ایک "نحوِ تفصیلی"، دوسری "نحوِ ترکیبی"۔ نحو میں جملوں کی ساخت اور اجزائے کلام پر بحث ہوتی ہے۔ اردو میں جملوں پر بحث کرتے ہوئے ہمیں، جنس اور تعداد کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ اردو میں جنس دو طرح کے ہیں مذکر اور مونث، اس میں جاندار، بے جان دونوں شامل ہیں۔ تعداد کے لحاظ سے بھی اردو میں دو ہی صیغے ہیں واحد اور جمع۔ ایک کے لیے واحد، ایک سے زائد خواہ دو بھی ہوں جمع ہے اور کروڑوں تک جمع ہی لکھا اور بولا جائے گا جبکہ؛ عربی میں واحد، تثنیہ اور جمع۔ دو کے لیے تثنیہ اور دو سے زائد کے لیے جمع۔ جمع کے بھی دو صیغے ہیں، ایک جمع قلت ہے جو کہ دو سے دس تک کی تعداد کے لیے استعمال ہو گا اور دوسری جمع کثرت جو دس سے آگے کروڑوں کھربوں کی تعداد پر محیط ہے۔ چند حالتوں کا ذکر بھی فاضل مصنف نے کیا ہے۔ یعنی فاعلی حالت، ندائی حالت، مفعولی حالت، خبری حالت، اضافی حالت، طوری حالت، اردو میں بڑی نفاست اور وسعت پائی جاتی ہے۔ ہم ہر حالت کو عین اپنی اصلی حالت کے مطابق بیان کر سکتے ہیں جبکہ؛ بعض زبانوں کا دامن اس لحاظ سے انتہائی تنگ ہے۔ فصل چہارم میں ہی، فاضل مصنف نے حروف اور ان کے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3
2024

استعمال کے متعلق مثالوں سے وضاحت کی ہے، مثلاً حرف ربط، حرفِ عطف، حرفِ ندا، حرفِ شرط، حرفِ علت، حرفِ تخصیص وغیرہ پر تفصیلی بیان ملتا ہے۔اسی طرح نحو ترکیبی میں جملے کی حالت اور اقسام پر قلم فرسائی کی ہے، کہ جملے کے دو حصے ہیں مبتدا اور خبر۔اسی طرح مطابقت کے اصولوں کو بڑی جاں فشانی سے قلم بند کیا گیا ہے۔اس کتاب کا سب سے اہم حصہ وہ ہے جس میں فاضل مصنف نے بحروں پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مصنف نے بحروں کو ان کے اوزان کے ساتھ مثالیں دے کر سمجھایا ہے، جس کی مثال اس سے پہلے کہیں نہیں ملتی۔حاصل کلام یہی ہے کہ مولوی عبدالحق کی کتاب "قواعد اردو" میں جیسی تفصیل لسانیات اور قواعد پر ملتی ہے اس کی مثل نہیں۔

فتح محمد جالندھری

اردو لسانیات کی روایت میں فتح محمد جالندھری کا نام بھی قابل ذکر ہے۔موصوف نے گرامر پر چار کتب یادگار چھوڑی ہیں۔۱۹۳۸ء میں لاہور کے ایک پریس (عطر چند اینڈ کپور سنز) نے فتح محمد جالندھری سے گرامر پر کتب تصنیف کروائی تھیں جو کہ درج ذیل ہیں، "مبادی القواعد"، "افضل القواعد"، "مصباح القواعد" اور "منہاج القواعد"۔ "افضل القواعد" اور "مبادی القواعد" گورنمنٹ پرائمری سکول کے نصاب کا حصہ تھیں۔"منہاج القواعد" پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں شامل رہی۔ان کی اگر کسی کتاب کو شہرت ملی تو وہ "مصباح القواعد" تھی، جس کی بدولت فتح محمد جالندھری کی گرامر پر دسترس کا پتا چلتا ہے۔"مصباح القواعد" دو حصوں میں منقسم ہے۔پہلا حصہ صرف جبکہ دوسرا حصہ نحو پر مشتمل ہے۔حروف تہجی کے بارے میں فاضل مصنف کا کہنا ہے کہ اس کے اکاون حروف ہیں۔مولوی عبدالحق کا ماننا ہے کہ حروف تہجی پچاس ہیں۔انشاءاللہ خاں انشا نے کہا تھا کہ حروف تہجی کی تعداد پچاسی ہے۔لسانیات میں چونکہ لفظوں کو موضوع گفتگو بنایا جاتا ہے، لفظ کے معنی، لفظ کی ادائیگی اور لفظ کی تعریف بنیادی موضوعات ہیں۔یہاں ہم فاضل مصنف کی لفظ کے بارے میں دی گئی رائے پر ایک نظر ڈالتے ہیں فتح محمد جالندھری کا کہنا ہے:

"لفظ کے لغوی معنی کسی چیز کے پھینک دینے یا منھ سے نکال ڈالنے کے ہیں اصطلاحی معنوں میں جو متن میں بیان کیے گئے ہیں لفظ بہ معنی ملفوظ ہے"(xi)

صاحبِ "مصباح القواعد" نے جس خوبی اور مہارت سے یہ کتاب مرتب کی ہے اس کی مثال نہیں۔مبتدی کے لیے کتاب ہذا بڑی اہمیت کی حامل ہے۔انھوں نے اسم، فعل، حرف، مصدر، مصدرِ لازم اور متعدی، فاعل، مفعول، مشتقات، واحد جمع، مذکر مونث، غرض یہ کہ ہر اس شے کا ذکر کیا ہے جو ابتدائی گرامر کے لوازم ہیں۔"مصباح القواعد" میں فاضل مصنف حرکات وسکنات کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"جس آواز کے سہارے سے حرف ادا کیے جاتے اور جس کے ذریعے سے ایک دوسرے سے ملائے جاتے ہیں اسے حرکت کہتے ہیں"(xii)

گلکرسٹ نے اپنے رسالے میں جو حروف، اقسام کے ساتھ واضح کیے تھے، فتح محمد جالندھری نے بھی ان حروف کا تذکرہ کیا ہے۔انھوں نے "ی" کی اقسام یعنی معروف، مجہول، "و" کی اقسام معروف، مجہول، لین "ہ" کی اقسام ملفوظی، مخلوط وغیرہ پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ایک سوال اکثر اذہان میں جنم لے سکتا ہے کہ اردو والوں کو یا کسی دوسرے کو گرامر کی ضرورت کیوں پیش آئی، تو اس پر مولوی عبدالحق کا کہنا ہے:

"گرامر کی ضرورت اس وقت ہوئی جب کہ ایک زبان والوں نے دوسری زبان کے حاصل کرنے کی کوشش کی"(xiii)

مذکورہ بالا کتب کے مطالعے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ فتح محمد جالندھری کا کام اہمیت کا حامل ہے اور اردو لسانیات کی روایت کا جب بھی ذکر ہو گا ان کی کتب کا تذکرہ ضرور ہو گا، جو کہ اپنی اہمیت خود اجاگر کر رہی ہیں۔وصی اللہ کھوکھر نے اردو قواعد کے حوالے سے مولوی عبدالحق اور فتح محمد جالندھری کی کاوش کو سراہا ہے۔اُنھوں نے فتح محمد جالندھری کی زبان دانی کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ اُنھیں اردو زبان پر بڑی دسترس حاصل تھی۔وصی اللہ کا کہنا ہے کہ فتح محمد جالندھری کی قائم کردہ اردو حروفِ تہجی کی ترتیب آج تک رائج ہے، اور اردو لغت بورڈ نے اِسی ترتیب کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی لغت مرتب کی۔یاد رہے کہ فتح محمد جالندھری نے آ، ب، بھ، پ، پھ کے پیشِ نظر اردو حروفِ تہجی کو ترتیب دیا تھا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جو زبان آغاز میں گری پڑی اور بے سہارا تھی اُس زبان کو ادیب، نقاد اور ماہرین لسانیات غرض ہر طرح کے ستون ملے۔فتح محمد جالندھری نے بھی لسانیاتی روایت میں اپنا نام رقم کروایا ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ لسانیات کو آغاز میں وہ اہمیت حاصل نہیں تھی جو کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ملتی جا رہی ہے اور ہر کوئی اپنے تئیں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3
2024

اِس خدمت میں پیش پیش ہیں۔ فتح محمد جالندھری نے اپنے تجربے سے لسانیاتی خدمات کا حق ادا کیا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ لسانیاتی روایت میں قابل ذکر شخصیت ہیں۔

پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی

لسانیاتی حوالے سے پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی کی قابل ذکر کتاب "کیفیہ" ہے۔ یہ کتاب اردو زبان کی تاریخ اور انشاو املا سے متعلق ہے۔ "کیفیہ" پہلی مرتبہ ۱۹۴۲ء میں طبع زاد حالت میں رونما ہوئی۔ یہ کتاب اٹھارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب ہذا سے اردو لسانیات اور اردو تاریخ ہر دو قسم کے طلبا بہرہ وار ہو سکتے ہیں۔ باب اول میں کیفی نے اردو زبان کے آغاز کے متعلق اپنے نظریے کے ساتھ مختلف نظریات کا بھی ذکر کیا ہے۔ دتاتریہ کیفی نے اردو کا پہلا شاعر امیر خسرو کو قرار دیا ہے۔ جبکہ اردو کی پہلی کتاب بندہ نواز گیسودراز کی "معراج العاشقین" کو اقرار دیتے ہیں۔ دتاتریہ کیفی اردو کی پیدائش کے ذمہ دار ہندو اور مسلمان دونوں کو ٹھہراتے ہیں حافظ محمود شیرانی کے نظریے کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ اردو زبان کا مولد پنجاب کو ٹھہراتے ہیں۔

حروف تہجی کے بارے میں دتاتریہ کیفی کی رائے ہے کہ، اردو کے حروف تہجی سنتالیس(۴۷)ہیں جبکہ انھوں نے جو حروف دیئے ہیں وہ چوالیس(۴۴) ہیں۔ "کیفیہ" میں یہ بھی ذکر ہے کہ اردو حروف تہجی میں آٹھ حروف ایسے ہیں جو خالص عربی کے ہیں، جبکہ انھوں جو حروف دیئے ہیں ان کی تعداد چھ ہے۔ دتاتریہ کیفی کا کہنا ہے کہ باقی کے حروف پراکرت اور اپ بھرنش بھاشاؤں سے ہماری زبان کا حصہ بنے جن کی تعداد تیرہ بتاتے ہیں۔ حرف کی تعریف کرتے ہو فرماتے ہیں:

> "تحریری شکلیں جو حد امکان تک کی آواز کی پوری نمائندگی کریں اور ان میں مزید اختصار کی گنجائش نہ ہو۔ انہی کے مجموعے کو حروف تہجی کہتے ہیں۔"(xiv)

زبان کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ مختلف زبانوں میں دو دو معنی میں مستعمل ہے، مثلاً فارسی میں جیب اور بولی دونوں کے لیے ایک ہی لفظ یعنی زبان۔ انگریزی کا بھی یہی حال ہے وہاں بھی "ٹنگ" کا لفظ بولی اور زبان دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ دتاتریہ کیفی زبان کے متعلق لکھتے ہیں:

> "زبان تخیل اور خیال کے ظاہر کرنے یا مطلب ادا کرنے کا آلہ ہے"(xv)

ہر زبان میں ابتدائی عوامل، مصادر، مادے موجود ہوتے ہیں۔ ماہرین زبان ان کے بارے میں کلی علم رکھتے ہیں۔ زبان کی بنیاد آغاز اور ابتدا کے متعلق علم حاصل کرنے کے لیے ان مادوں یا مصادر کی ضرورت ضرور پیش آتی ہے جبکہ دتاتریہ کیفی کا کہنا ہے کہ، اردو چونکہ کسی زبان کی مرہونِ منت نہیں ہے، اِس لیے اِس کے مادوں کو ڈھونڈنا بے سود ہے۔ البتہ اردو زبان کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اِس زبان میں مادے مفقود ہیں، اردو زبان بھی اپنے مادے رکھتی ہے لیکن کیفی کے مطابق یہ مادے تلاش کرنے ضروری نہیں۔ دتاتریہ کیفی کہتے ہیں کہ اردو کے بڑے مادے "م، ت، ک، اور ج" ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ "م" سے میں، مجھ، میرا بنا۔ "ت" سے تو، تجھ، تیرا پیدا ہوا۔ "ک" سے کون، کس، کدھر، کہاں نکلے اور "ج" سے جو، جس، جدھر اور جہاں اپجے۔ کیفی کہتے ہیں کہ م اور ت کے مادے ہر زبان میں پائے جاتے ہیں۔ لفظ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "جس طرح حرف، حکومت کی نمائندگی کرتا ہے، لفظ جذبات، احساسات اور تصورات کی نمائندگی کرتا ہے۔"(xvi)

لفظوں کے تصرف کا قاعدہ پیش نظر رکھ کر لفظوں کی بناوٹ کے عمل پر بھی کیفی نے اظہار خیال کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک لفظ "ڈھونڈھ"، تصرف کے عمل سے گزر کر "ڈھونڈ" رہ گیا۔ اسی طرح "کانڑا" (ایک آنکھ والا) رائے ثقیلہ کو ختم کر کے "کانا" رہ گیا "باڑی" کا بھی رائے ثقیلہ ہذف کر کے بانی (بولی) بن گیا۔ فاضل مصنف نے اپنی کتاب میں ایسے اسما کی فہرست دی ہے جو اردو، ہندی، پنجابی، اپ بھرنش، پراکرت اور سنسکرت میں تھوڑے بہت تصرف کے ساتھ لکھے جاتے ہیں جن کا مطلب ہر زبان میں ایک ہی ہے۔

اردو لسانیات پر پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی کی دوسری اہم تصنیف "منشورات" ہے کیفی بلند پایہ محقق، ادب کے دلدادہ اور لسانیاتی حوالے سے ایک اعلیٰ لسانیات نگار مانے جاتے ہیں۔ "منشورات" بارہ ابواب پر محیط کتاب ہے۔ اردو لسانیات، مبادیات فصاحت، تذکیر و تانیث، تشبیہ، اردو اور لکھنؤ، اردو اور پنجاب، جیسے اہم موضوعات مصنف کے زیر بحث رہے ہیں۔ انھوں نے ان موضوعات پر لکھنے کا حق ادا کیا ہے۔ دتاتریہ کیفی نے اردو کی جس قدر خدمت کی ہے۔ اس کی اہمیت اردو داں ہی سمجھتے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3
2024

ہیں۔اردولسانیات پر ان کا کام اس قدر ہے کہ اردولسانیات نگاروں کی فہرست میں اُن کا تذکرہ نہ کرنا ناانصافی کے مترادف ہے۔

حوالہ جات

---

i مرزا خلیل احمد بیگ، ڈاکٹر، "اردو زبان کی تاریخ"، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ھاؤس، ۱۹۹۵ء، ص، ۱۳۴

ii ایضا، "اردو کی لسانی تشکیل"، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ھاؤس، ۱۹۸۵ء، ص، ۷۱

iii ایضاً، ص، ۷۴

iv جمیل جالبی، ڈاکٹر، "تاریخ ادب اردو" (جلد دوم) لاہور، مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۷ء، ص، ۱۵۲

v ایضا، "تاریخ ادب اردو"، (جلد سوم) لاہور، مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۶ء، ص، ۱۵۰

vi ایضاً، ص، ۱۵۱

vii محمد حسین، آزاد، "سخن دان فارس"، نئی دہلی، فہمی کمپیوٹرس دہلی، ۲۰۰۵ء، ص، ۳۰

viii جمیل جالبی، ڈاکٹر، "تاریخ ادب ارد"و، (جلد چہارم)، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۲ء، ص، ۱۰۰۹

ix عبدالحق، مولوی، "قواعد اردو"، لاہور، سیونتھ سکائی پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص، ۷

x ایضاً، ص، ۳۲

xi

فتح محمد جالندھری، "مصباح القواعد"، حیدر آباد دکن، عہد آفرین ترقی پریس، ۱۹۶۸ء، ص، ۱۰

xii ایضاً، ص، ۱۴

xiii عبدالحق، مولوی "قواعد اردو"، لاہور، سیونتھ سکائی پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص، ۹

xiv برج موہن دتاتریہ کیفی، پنڈت، "کیفیہ"، لاہور، دارالنوادر، ۲۰۱۶ء، ص، ۵۶

xv ایضاً، ص، ۵۵

xvi ایضاً، ص، ۶۳